اپنی خداداد استعدادوں سے دوسروں کو مستفید کرو

(فرمودہ ۱۱۔ اکتوبر ۱۹۲۹ء)

تشہّد ' تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

انسانی فطرت کے مطالعہ سے یہ بات کُلّی طور پر معلوم ہو جاتی ہے کہ انسانوں کی استعدادیں مختلف ہوتی ہیں۔ کسی کے اندر زیادہ قابلیت ہوتی ہے اور کسی کے اندر کم۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو چونکہ مکلّف بنایا ہے اور اگر وہ اس کی طرف سے آنیوالی آواز کو نہیں سنتا تو وہ مؤاخذہ کے نیچے ہے اس لئے ایک قلیل معیار ایسا رکھا گیا ہے جس سے اُتر کر کوئی انسانی دماغ نہیں ہوتا سوائے اس صورت کے کہ وہ بگڑ جائے اور انسان پاگل ہو جائے۔

دنیا میں جس قدر چیزیں ہم دیکھتے ہیں تمام کے اندر اختلاف پایا جاتا ہے۔ مدارج کے لحاظ سے ہر چیز کی ایک قلیل سے قلیل اور ایک بڑی سے بڑی حد بندی ہوتی ہے اور یہ حالت ہم ہر چیز میں دیکھتے ہیں۔ انسان کے قد کو ہی لے لو ایک چھوٹے سے چھوٹا قد ہوگا جس سے چھوٹا اور نہ ہوگا اور ایک بڑے سے بڑا ہوگا جس سے بڑا اور نہ ہوگا لیکن دونوں کے درمیان مختلف قد ہیں اور اگر زیادہ باریکی سے ناپنے کا کوئی آلہ ہوتا تو شاید معلوم ہو جاتا کہ دنیا میں دو انسانوں کا بھی ایک جتنا قد نہیں۔ یہی حال بینائی کا ہے ایک کم سے کم اور ایک زیادہ سے زیادہ بینائی ہوگی پھر درمیان میں لاکھوں اقسام کی بینائیاں ہونگی۔ پھر یہی حال شنوائی کا ہے یہی حال موٹاپے اور دُبلے پن کا ہے۔ ایک زیادہ سے زیادہ موٹا ہوگا جس سے زیادہ موٹا نہ ہوگا اور ایک کم سے کم دُبلا ہوگا جس سے کم دُبلا کوئی نہ ہوگا درمیانی درجہ میں ہزاروں دُبلے اور موٹے ملیں گے۔ انسان کے اعضاء کا بھی

یہی حال ہے پھر اور جو چیزیں دنیا میں ہیں ان کا بھی یہی حال ہے۔ ہر میوہ کے قد میں فرق ہوتا ہے۔ ایک چھوٹے سے چھوٹا آم ہوگا جس سے زیادہ چھوٹا نہ ہوگا اور ایک بڑے سے بڑا ہوگا جس سے بڑا نہ ہوگا۔ غرض اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کیلئے حد بندی کر دی ہے کہ چھوٹی سے چھوٹی اتنی ہو گی اور بڑی سے بڑی اتنی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی عقلوں میں بھی حد بندی کر دی ہے۔ ایک چھوٹی سے چھوٹی عقل ہوگی جو ہر ایک انسان میں پائی جائے گی۔ چونکہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہر انسان ایمان حاصل کر سکے اس لئے اگر وہ ایمان کو چھوٹی سے چھوٹی عقل کا معیار نہ قرار دیتا تو پھر سب مکلّف نہ ہوتے صرف وہی ہوتے جو اس عقل سے اوپر ہوتے۔ کیونکہ جس شخص کی سمجھ میں ہی کوئی بات نہ آئے اس پر اس کے متعلق الزام عائد نہیں ہوسکتا اس لئے ایمانی ادنیٰ سے ادنیٰ عقل کا معیار ہے اور درمیان میں عقل کے مختلف مدارج ہیں جن کے لحاظ سے کوئی بڑا عقلمند ہے اور کوئی چھوٹا۔ اور عقل کے ان مدارج کے لحاظ سے انسانوں کے کاموں میں بھی اختلاف ہوتا ہے۔ کوئی بڑا آدمی ہوتا ہے اور کوئی اوسط درجہ کا اور کوئی معمولی۔ اور مختلف انسانوں میں اس اختلاف میں انکی عقل کا ہی دخل ہوتا ہے جو فطرت نے انہیں دی ہے۔ میں اس وقت اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا کہ انسانی عقل میں تفاوت کیوں ہے جس سے ایک بڑا آدمی بن جاتا ہے اور دوسرا بالکل معمولی رہتا ہے اور اسکا ہونا ظلم ہے یا نہیں۔ یہ ایک الگ مضمون ہے۔ اِس وقت میں جو کچھ بتانا چاہتا ہوں یہ تفاوت ہوتا ہے اور اس کی بناء پر ہر ایک سے ایک ہی جیسی امید نہیں کی جا سکتی۔ ہم یہ امید تو سب سے کر سکتے ہیں کہ ایمان لے آئیں لیکن یہ نہیں کر سکتے کہ سب ایک سے مؤمن ہو جائیں۔ قرآن کریم میں یہ مطالبہ تو ہے کہ لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے مگر یہ نہیں کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ جیسے مؤمن کیوں نہیں بنتے۔ رسول کریم ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! کتنی نمازیں فرض ہیں۔ آپ نے فرمایا پانچ۔ اس نے کہا صرف پانچ۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ پھر اسی طرح اس نے روزہ اور زکوٰۃ کے متعلق دریافت کیا اور آپ کا جواب سن کر کہا۔ بس میں اس سے زیادہ نہیں کروں گا۔ آپ نے فرمایا اگر تُو اتنا کرے تو تُو جنتی ہے[1] اس سے معلوم ہوا کہ اسلام نے سب سے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ جیسے ایمان کا مطالبہ نہیں کیا۔ تحریص تو اس کے لئے دلائی گئی ہے لیکن حکم نہیں دیا گیا کیونکہ یہ سب مدارج قابلیتوں کے ماتحت حاصل ہو سکتے ہیں اور چونکہ انسان کی قابلیتیں مختلف ہوتی ہیں اس لئے قلیل ترین عقل کے معیار

کے مطابق جو سب میں ہوتی ہے مطالبہ کیا گیا ہے ایمان کے اعلیٰ مدارج کا نہیں صرف اس کی تحریص ہے حکم نہیں، جو اسے حاصل کر سکے کرے۔ غرض یہ تفاوت ہمیں ہر جگہ نظر آتا ہے اور ساتھ ہی ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ کمزور لوگ ہمیشہ اپنے لئے سہارے کی تلاش کرتے ہیں اس تفاوت کی بناء پر کئی ایک میں تو ایسی قابلیت ہوتی ہے کہ وہ آگے بڑھ جائیں لیکن کئی ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں اوپر اٹھنے کے لئے سہارے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جیسے بعض طالب علم ایسے ہوتے ہیں جو کتاب کو خود بخود مطالعہ کر کے اسے یاد کر لیتے ہیں لیکن بعض ایسے ہوتے ہیں جو خود تو نہیں پڑھ سکتے لیکن استاد کی مدد سے پڑھ کر یاد کر لیتے ہیں۔ پھر بعض ایسے ہوتے ہیں جو صرف پڑھانے سے نہیں بلکہ یاد کرانے سے یاد کر سکتے ہیں اور بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ خود انہیں استاد کس قدر یاد کرائے پھر بھی پوری طرح یاد نہیں کر سکتے۔ وہ ایک حد تک تو علم حاصل کر سکتے ہیں، معمولی بول چال سیکھ سکتے ہیں لیکن اس سے آگے ترقی نہیں کر سکتے۔ مثلاً افریقہ کی ایک قوم ہے اسے غیر ملکی علوم یاد بھی کرا دیئے جائیں تو قلیل عرصہ میں وہ پھر بھول جاتے ہیں۔ صرف چند الفاظ یاد رکھ سکتے ہیں اس سے زیادہ نہیں کیونکہ ان کے دماغ کے Cells ہی ایسے ہوتے ہیں کہ زیادہ کی گنجائش ان میں نہیں ہوتی۔ پس ان مختلف المدارج لوگوں کو دیکھتے ہوئے ضروری ہے کہ بعض ایسے استاد ہوں جو اپنے ذمہ فرض کر لیں کہ کمزوروں کو اُٹھائیں، اُبھاریں اور انہیں منزلِ مقصود کے قریب لانے میں ان کی مدد کریں۔ قرآن کریم نے وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ[2] میں اسی غرض کی طرف توجہ دلائی ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ اس کام کے لئے سب کو مقرر کیا جاتا ہے بلکہ یہ بتایا ہے کہ تم میں سے ایک جماعت ایسی ہو جو لوگوں کو خیر کی طرف بلائے اور انہیں نفع پہنچائے۔ لیکن نفع رسانی میں ہر ایک، ایک جیسا نہیں ہو سکتا بعض صرف اتنا ہی تیرنا جانتے ہیں کہ اپنی جان بچا سکیں اور بعض اپنی جان بچانے کی طاقت بھی نہیں رکھتے۔ پھر بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو دوسروں کو بچا سکتے ہیں ان کا فرض ہے کہ دوسروں کو بچائیں۔ پھر بعض اوقات کشتی ایسی جگہ ڈوبتی ہے کہ ساحل وہاں سے دور ہوتا ہے بعض لوگ تیرنا جانتے ہیں لیکن اتنا دم ان میں نہیں ہوتا کہ منزل پر پہنچ جائیں۔ پس دوسروں کا جو تیر سکتے ہیں فرض ہے کہ انہیں بھی منزل پر پہنچائیں اور وہی جماعت کامیاب ہو سکتی ہے اور منزل پر پہنچ سکتی ہے جس کے صاحبِ استعداد لوگ کمزور بھائیوں کو فائدہ پہنچائیں اور اس طرح جماعت کے معیار کو بلند کرتے جائیں۔

مگر مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہماری جماعت میں یہ احساس ابھی تک پیدا نہیں ہوا۔ اکثر لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ جیسے وعظ ہم سنتے ہیں قرآن مجید اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب ہم پڑھتے ہیں اسی طرح دوسرے بھی سنتے اور پڑھتے ہیں۔ اس بناء پر وہ اپنے کمزور بھائیوں کے متعلق یہ رائے قائم کر لیتے ہیں کہ جنہوں نے قرآن کریم، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلیفہ کی بات نہیں مانی وہ ہماری کب سنیں گے حالانکہ وہ ماننے کے لئے تو تیار ہوتے ہیں لیکن ان میں اتنی قابلیت نہیں ہوتی کہ بغیر سہارے کے کھڑے رہ سکیں وہ دوسروں کی یاددہانی کے محتاج ہوتے ہیں۔ ان کا روحانی حافظہ اتنا تیز نہیں ہوتا کہ خود بخود سب باتیں یاد رکھ سکیں اس لئے ضروری ہے کہ ہماری جماعت کے وہ دوست جو اپنی استعدادوں میں بڑھے ہوئے ہوں اپنے اپنے ہمسایہ، محلہ والوں اور گاؤں والوں کو یاددہانی کر کے فرضِ منصبی کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔

ایک چھوٹی سی مثال تین چار دن ہی کی سناتا ہوں۔ عشاء کی نماز کے لئے ایک دن جب میں آیا تو دیکھا بہت تھوڑے لوگ ہیں صرف دو صفیں تھیں۔ میں نے صرف اتنا کہا کہ دوست اپنے ہمسایوں کو بھی ساتھ لانے کی کوشش کیا کریں۔ میں نے دیکھا دوسرے دن سے ہی تعداد بڑھنی شروع ہوگئی۔ بعد میں آنے والے یہ تو پہلے بھی جانتے تھے کہ نماز ضروری ہے اور باجماعت پڑھنی چاہئے۔ لیکن ان میں اتنی استعداد نہیں تھی کہ اس بات کو یاد رکھ سکیں جب دوسروں نے انہیں یاد دلایا تو وہ بھی آگئے۔ میں پہلے بھی اس مسئلہ پر کئی روز سے غور کر رہا تھا اور اس مثال سے مجھے اور بھی یقین ہوگیا کہ ذرا سی مدد سے سُست لوگ غفلت ترک کر سکتے ہیں۔

قرآن کریم میں خدا تعالیٰ نے فرمایا لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ [۳] یعنی اگر تم نعمائے الٰہی کی قدر نہ کرو گے تو سزا پاؤ گے۔ پس اگر اسے یاد کر کے ہر جگہ ایسے آدمی تیار ہو جائیں جو دوسروں کو ان کے فرائض یاد دلاتے رہیں تو بہت جلد ہماری جماعت ترقی کر سکتی ہے۔

یہ غلط ہے کہ ایک چیز سے ہر شخص یکساں فائدہ اٹھاتا ہے۔ دیکھو سب لوگ سورج اور ہوا سے ایک سے مستفید ہوتے ہیں پھر کیوں ان میں سے کوئی کالا ہوتا ہے کوئی گورا، کوئی موٹا ہوتا ہے اور کوئی دُبلا۔ بات یہ ہے ہر شخص اپنی استعداد کے مطابق فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ بعض سنتے

تو ہیں مگر ان کے اندر قوتِ جذب بہت کم ہوتی ہے جیسے ایک ہی جیسا پانی سپنج، فلالین، روئی اور ململ میں ڈالو تو ان سب کی قوت جذب میں فرق نظر آئے گا حالانکہ پانی سب میں برابر ڈالا گیا ہو گا۔ اسی طرح ایک ہی وعظ میں جو لوگ بیٹھے ہوتے ہیں وہ ایک سا فائدہ نہیں اٹھاتے۔ ایک کے کان میں آواز کم پڑتی ہے دوسرے کے کان میں زیادہ اس لئے بھی کہ بعض کی شنوائی کی قوت کم ہوتی ہے اور اس لئے بھی کہ بعض کو توجہ کی عادت بہت کم ہوتی ہے۔ وہ مجلس میں بیٹھے تو ہوتے ہیں مگر ان کی توجہ دوسری جانب ہوتی ہے ابھی اپنے ارد گرد نظر ڈال کر دیکھ لو بعض تو غور سے خطبہ سن رہے ہوں گے بعض اِدھر اُدھر دیکھ رہے ہوں گے بعض اونگھ رہے ہوں گے پس یہ نہیں کہا جا سکتا کہ سب نے ایک سا سنا۔ سب کے سننے میں فرق ہے اور اسی لئے ہر ایک کے استفادہ میں بھی فرق ہو گا۔ بعض زیادہ فائدہ اٹھاتے ہیں اور بعض کم کیونکہ توجہ میں فرق ہوتا ہے۔ پھر آگے قابلیت میں بھی فرق ہوتا ہے ایک ہی پیغام دس آدمیوں کو دو اور پھر ان سے سنو تو ضرور فرق ہو گا۔ پس اوّل تو سننے والے بھی کم ہوتے ہیں پھر سننے والوں میں سے سمجھنے والے اور بھی کم ہوتے ہیں۔

سو جن کو اللہ تعالیٰ نے یہ استعداد دی ہے کہ وہ سنیں، سمجھیں اور پھر اس پر عمل کریں انہیں چاہئے دوسروں کا بھی خیال رکھیں۔ جب اکٹھے دریا میں کُودنے لگیں تو ضرور اپنے ساتھیوں کا جو تیرنا نہ جانتے ہوں خیال رکھا جاتا ہے۔ پھر کیوں ایسا نہیں کیا جاتا کہ جو کمزور روحانی امور میں سُستی دکھاتے ہوں اور دینی کاموں میں حصہ کم لینے والے یا نہ لینے والے ہوں انہیں بھی توجہ دلائی جائے۔ اسلام ہر ایک مؤمن کے لئے یہ ضروری قرار دیتا ہے کہ وہ دوسروں کو بھی اپنے ساتھ آگے بڑھانے کی کوشش کرے اور یہ ایسی مؤاخات اور مساوات ہے کہ اسلام کے سوا کہیں نظر نہیں آتی۔ سب میں ایسا رابطہ اور رشتہ پیدا کر دیا ہے جو سب رشتوں سے زیادہ مضبوط ہے۔ ایک شخص نماز کے لئے آتا ہے اور خیال کرتا ہے ہمسایہ سو نہ گیا ہو اس لئے وہ گھر سے نکل کر سیدھا مسجد کی طرف جانے کی بجائے پہلے ہمسایہ کو آواز دے لیتا ہے اور اس کی آواز سے ہمسایہ نماز میں شریک ہو جاتا ہے تو اس کو بھی ویسا ہی ثواب ملے گا جیسا خود پڑھنے والے کو۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے اَلدَّالُ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهٖ[4] خیر کی طرف لے جانے والا ثواب کا ویسا ہی مستحق ہوتا ہے جیسا کہ نیکی کا کام کرنے والا۔ تو صرف آواز دے دینے سے دو نمازوں کا

ثواب مل گیا اور اگر تین یا چار کو آواز دے کر ساتھ لے لیا تو ایک تو مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب آگے ہی بہت زیادہ ہے پھر وہ تین یا چار گُنا ہو جائے گا۔

اسی طرح ایک شخص چندہ دینے لگتا ہے اسے خیال آتا ہے آج میرے ہمسایہ کے پاس روپیہ ہے ممکن ہے کل کو خرچ کر دے اس لئے وہ اسے بھی تحریک کر دیتا ہے اور وہ چندہ ادا کر دیتا ہے اب اسے بھی اس کے چندہ دینے کا ثواب اور اسی طرح تحریک کر کے وہ جتنے لوگوں سے چندہ وصول کرائے گا اتنا ہی اُسے زیادہ ثواب ملے گا۔ ایسی معمولی باتوں سے بھی انسان بہت ترقی کر سکتا ہے اگر ذرا سا خیال رکھ لیا جائے اور اپنے ہمسایوں اور ملنے والوں میں نیکی کرنے کی تحریک کی جائے تو اس سے عظیم الشان فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ ایک طرف تو دین کے کام میں بہتری ہو سکتی ہے اور دوسری طرف ثواب حاصل ہو جاتا ہے۔

پس جن کو اللہ تعالیٰ استعداد دے وہ ضرور اس طرف توجہ کریں اور اس بات کا خیال رکھیں۔ اس استعداد کا نشان یہ ہے کہ اسے خود اس کام کے کرنے کی توفیق مل جائے۔ اگر کسی کو صبح کی نماز میں شامل ہونے کی توفیق مل جائے تو یہ علامت ہے اس بات کی کہ اس میں استعداد ہے کہ دوسروں کو بھی اس نماز میں شریک ہونے کی تحریک کر سکے۔ پس اسے چاہئے ہمسایوں کو بھی آواز دے کر جگا لے۔ اسی طرح عشاء کی نماز میں آنے کی جسے توفیق ملتی ہے وہ سمجھ لے کہ اس میں اوروں کو نماز کی تحریک کرنے کی استعداد ہے پس وہ ہمسایوں کو بھی آواز دے دے ممکن ہے ان میں سے کوئی سو گیا ہو۔ اسی طرح اور بھی بہت سے کام ہیں جن میں استعدادوں کا پتہ لگ سکتا ہے۔ باقی رہیں باریک استعدادیں سو ان کا انسان کو خود ہی علم ہو جاتا ہے اسے روحانی علوم حاصل ہوتے ہیں اور روحانی کھڑکی جب کُھلتی ہے تو وہ خود ہی اپنا پتہ بتا دیتی ہے۔

پس میں دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ نہ صرف خود دین کے کام کرنے میں چُست ہوں بلکہ دوسروں کو بھی چُست کرنے کی کوشش کریں۔ جتنے لوگ بھی کسی کے ذریعہ سنبھل جائیں اُتنوں کا ہی ثواب اسے حاصل ہو گا۔ اور اگر کوئی کسی غیر کو نہیں صرف اپنے بیوی بچوں کو ہی دین میں چُست کر دے تو اس کا بھی اسے ثواب ملے گا۔

میں نہیں سمجھتا کوئی بھی جماعت ایسی ہو جس میں ایک شخص بھی ایسا نہ مل سکے جو یہ فرض انجام دے سکے اور اگر ایک ایک شخص بھی ہر جماعت میں ایسا کھڑا ہو جائے تو اپنی جماعت میں وہ بہت

چستی پیدا کرسکتا ہے۔ضروری نہیں کہ جماعت کے پریذیڈنٹ یا سیکرٹری کا ہی یہ فرض قرار دیا جائے جن میں خدا تعالیٰ نے یہ استعدادیں ودیعت کی ہوں وہ سب کے سب اسے سرانجام دیں۔ میں نے دیکھا ہے مستعد آدمی جہاں جاتے ہیں وہاں کی جماعت میں ایک نئی زندگی پیدا کر دیتے ہیں مگر عام طور پر اس کی طرف توجہ نہیں کی جاتی۔ یہی خیال کرلیا جاتا ہے کہ سب وعظ سنتے اور اخباریں پڑھتے ہیں پھر کسی کو سمجھانے کی کیا ضرورت ہے حالانکہ بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں پڑھنے یا سننے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا انہیں جگانے کی ضرورت ہوتی ہے۔اس لئے ہمارا فرض ہے کہ جہاں تک خدا تعالیٰ نے کسی میں استعداد رکھی ہو اُس سے دوسروں کو فائدہ پہنچائے۔ یہی مساوات ہے جس کی تعلیم اسلام نے دی ہے۔ مساوات یہ نہیں کہ قوم کا روپیہ اکٹھا کر کے سب میں برابر تقسیم کر دیا جائے بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جو استعداد اور خوبی ایک میں ہو دوسروں کو اس سے فائدہ پہنچایا جائے۔

پس میں جماعت کے دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ اگر وہ اس ثواب کمانے کے ذریعہ کی طرف متوجہ ہوں تو جماعت کے اندر ایسا تغیر پیدا ہوسکتا ہے کہ دنیا دیکھ کر دنگ رہ جائے جن کو اللہ تعالیٰ کسی نیکی یا قربانی کے کرنے کی توفیق دے انہیں چاہیئے اسے کرتے وقت دوسروں کو بھی اس میں شامل کرنے کی کوشش کیا کریں اور اس طرح جماعت کو ایک لیول پر لانے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی اور مجھے بھی اس کی توفیق دے۔ اٰمِیْنَ یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ

(الفضل ۱۸۔اکتوبر ۱۹۲۹ء)

---

۱ بخاری کتاب الایمان باب الزکوٰۃ من الاسلام وقولہ تعالیٰ وما امروا اِلَّا...... الخ

۲ اٰل عمران: ۱۰۵　　۳ ابراھیم: ۸

۴ کنز العمال جلد ۶ روایت ۱۶۰۵۲ صفحہ ۳۵۹ مطبوعہ بیروت ۱۹۷۹ء